محمد اکرم خاور*

# بلوچستان میں اُردو اسٹیج ڈراما: تحقیقی جائزہ
# (1967-2000)

**Abstract:** *In this article the period (1967-2000) of Drama (Theater) in Baluchistan has been explored practically. Available literature has been reviewed thoroughly and all the facts have been written year wise. Drama in Baluchistan was started in 1924 in Loralai Baluchistan and so on it was British regime and different theatrical companies came to Quetta and started theater. In the whole period many drama festivals were held in Quetta but only two Drama Festivals are on record, and all the details of these festivals have been given in this paper. Besides, personal information got from different Drama artists, writers and producers and others related to the field of Theatre (Stage Drama; the information got so far has also been written in this article. It will be a good addition in the field of Stage Drama research in Baluchistan.*

*Balochistan is multilingual province;however, no recordable work in other languages in theater has been done in the province except one odd theater in Pushto and Persian languages by the local drama artists but ultimately those scripts were translated in urdu and then again presented on stage. Because of poor management by the provincial Govt. stage drama in Baluchistan is almost gone.*

بلوچستان میں اسٹیج ڈراما تو بہت پہلے سے شروع ہو گیا تھا جیسا کہ موجود تحریری کتب میں بلوچستان میں پہلا اسٹیج ڈرامہ مولانا نقش بندنے جو لورالائی کے رہنے والے تھے انہوں نے 1924 میں لکھا اور پیش کیا تھا پھر اس کے بعد انگریز دور میں بھی اس فن کی ترویج و ترقی کے لیے کچھ نہ کچھ ہوتا رہا پھر ہندوستان سے تھیٹریکل کمپنیوں نے گرمی کے موسم میں کوئٹہ کا رخ کیا اور یہاں ڈرامے کے فن کو روشناس کرایا موجودہ آرٹیکل میں 1967-2000 کے دور کی بات کی جائے گی۔ 1965-1971ء کی پاک بھارت جنگ کی وجہ سے حالات ایسے نہیں تھے کہ اسٹیج ڈرامہ کیا جا سکتا لہذہ 1971ء میں پاک بھارت جنگ کی وجہ سے کوئی ڈراما اسٹیج نہیں ہوا اور پھر بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کے بعد، وفاقی ملازمین جن میں ریڈیو پاکستان، سروے آف پاکستان میں بنگلہ زبان بولنے والے اچھا خاصے ملازم تھے، انہوں نے ایک ادارہ قائم کیا اور پھر ان کے بینر تلے ہر سال باقاعدگی سے بنگلہ زبان میں تاریخی ڈرامے پیش کیے جاتے رہے۔ ان میں انگریز دور کے سامراجی ہتھکنڈوں اور غداروں کا ان سے گٹھ جوڑ، حب الوطنوں کی مزاحمت اور جدوجہدِ آزادی کے بارے میں اظہار ہوتا تھا، اس کے علاوہ مزاحیہ اداکار اشفاق احمد جو آجکل لندن میں مقیم ہیں، اپنے مضمون "کچھ یادیں کچھ باتیں" میں یوں لکھتے ہیں:

* ایم فل اسکالر، شعبہ اُردو، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

"اس زمانے میں انکی آفتاب خواجہ، احمد جمیل، اور ظہیر یوسفی کی ایسی ٹیم تشکیل پا گئی تھی جو عرصے تک ڈراموں کے درمیان وقفوں میں اور دوسرے ورائٹی پروگراموں میں مزاحیہ خاکے پیش کرتی رہی۔ یوں اس ٹیم نے بہت دلچسپ پروگرام پیش کیے۔ انہیں سٹاف کالج کے علاوہ مختلف اداروں کی طرف سے بھی مزاحیہ خاکے پیش کرنے کے لیے مدعو کیا جاتا تھا۔ جن میں میڈیکل اسکول، پی آئی ڈی سی، جوائنٹ سروسز پری کیڈٹ اسکول اور اسٹیٹ بنک وغیرہ شامل ہیں۔۔۔ کالج سے باہر دوسرے لوگ بھی ڈراما اور مزاحیہ خاکوں کو فروغ دینے میں مصروف تھے۔ ریلوے کی ٹیم فضل الرحمن قاضی، انور چوہدری اور ان کے ساتھیوں کی مدد سے گاہے بگاہے مختلف جگہوں پر لوگوں کو تفریح کا سامان مہیا کر رہی تھی۔ گو کہ قاضی کا اور میرا (اشفاق احمد کا) اسٹیج پر کبھی ساتھ نہیں رہا لیکن ہم ایک دوسرے کی صلاحیتوں کا اعتراف اور قدر کرتے ہیں"۔ (۱)

اُردو کے علاوہ پشتو اور براہوی اور ہزارگی زبانوں میں بھی کچھ ڈرامے پیش کیے گئے جن کی مختصر تفصیل ذیل میں درج کی گئی ہے۔ 1972 میں "سویرا آرٹس اکیڈمی" قائم ہوئی، جس میں جمال شاہ، عبداللہ غزنوی، انور رشید اور محمد زبیر، اور کچھ دیگر فنکار بھی شامل تھے۔ اور پھر اس کے بعد 1974 میں "سنگت تھیٹر" بنائی گئی، جس کے بانیوں میں پہلے ڈائریکٹر اے ڈی بلوچ تھے۔ اور پھر قومی ایوان ثقافت کی طرف سے 1976ء میں ریلوے اکیڈمی ہال میں "شامت اعمال" کھیل اسٹیج کیا گیا۔ بلوچستان کے پہلے مکمل ملبوساتی اور تاریخ ساز سیٹ پر 1977ء میں کھیل "ماڈرن مغلیہ دور" ریلوے اکیڈمی ہال میں کھیلا گیا اور اسے بہت شہرت ملی۔ "براہوئی ادبی سوسائٹی" کے بینر تلے 1978ء میں پہلی بار براہوی ڈراما" گلی ناو تاخ" پیش کیا گیا۔ اور اس کے بعد پشتو ڈرامہ "مشینی میر من"1979ء میں اسٹیج کیا گیا جو کہ پہلا پشتو کھیل تھا۔ دہشت ناک ڈراما" یہ پاگل پاگل لوگ "ریلوے اکیڈمی میں 1980ء میں کھیلا گیا، جس کے اسکرپٹ پر بعد میں پاکستان ٹیلی ویژن کوئٹہ نے بھی ایک سیریل بنائی۔ ڈان نیوز نے قاضی فضل الرحمن کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

1982"ء قومی ایوان ثقافت کی طرف سے مزاحیہ ڈراما" گستاخی معاف" کھیلا گیا، جبکہ گزشتہ برس انہوں نے "ایکشن ری پلے" پیش کیا تھا۔ 1984ء ہزارگی زبان کا پہلا ڈراما" باکول سربری ش" ثقافتی تنظیم "نسلِ نو" ہزارہ مغل کے ہال میں پیش کیا گیا۔ 1985: اس برس ایک ہی کھیل " بچ بچا کے" پیش کیا گیا۔ 1988: عالی سیدی کا لکھا ہوا کھیل " ضرورتِ رشتہ" کھیلا گیا، جس میں کوئٹہ کے علاوہ دیگر علاقوں کے فنکاروں نے بھی حصہ لیا۔ 1989: کوئٹہ میں "مغلیہ دور" کے نام سے سنگت تھیٹر نے کھیل پیش کیا۔ 1990 ادارہ ثقافت بلوچستان نے، قومی ایوانِ ثقافت اور اسٹیج الائنس کے تعاون سے "اسٹیج ڈراما فیسٹیول" کا انعقاد کیا گیا۔ (۲)

1991ء سے لے کر 1998ء تک مختلف کھیل پیش کیے گئے جن میں "مولا خوش رکھے" "چھت اور چھتر" اور پھر اسی برس "ہیلو حاتم طائی" اور پاکستان چلڈرن اکیڈمی کوئٹہ کی جانب سے "با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب" سمیت کئی بہترین ڈرامے بچوں کے لیے پیش کیے گئے۔ اس کے بعد ادارہ ثقافت کے ہال میں مزاحیہ کھیل "چاچا، پھوپا اور تاؤ" کھیلا گیا۔ ڈراما اسٹیج فیسٹیول 1999ء کی کچھ تفصیل ڈان نیوز میں یوں درج کی گئی ہے:

"1999ء چلتن اکیڈمی آرٹس، ادارہ ثقافت بلوچستان اور قومی ایوان ثقافت بلوچستان نے مل کر "بلوچستان اسٹیج ڈراما فیسٹیول" منعقد کروایا۔ 2002: سنگت تھیٹر اور ادارہ ثقافت کے باہمی تعاون سے "انسدادِ منشیات ڈراما فیسٹیول" کا انعقاد کیا گیا۔ 2002: "افکارِ اقبال اسٹیج ڈراما فیسٹیو" پیش کیا گیا، جس میں 19 مقامی ثقافتی تنظیموں نے شرکت کی تھی۔"(۳)

بلوچستان میں تھیٹر کے فروغ کے لیے مختلف ادوار میں کئی ثقافتی تنظیموں، اداروں اور شخصیات کا مرکزی کردار رہا ہے۔ تنظیمی و ادارتی سطح پر اگر اس جدوجہد کا جائزہ لیا جائے تو ان ثقافتی تنظیموں اور اداروں میں انڈین ڈرامیٹک کلب، کوئٹہ ریلوے کلب، گورنمنٹ انٹر کالج، خالصہ ہائی اسکول، بزم تمثیل، نذرالاسلام اکیڈمی، ریڈیو پاکستان، پاکستان چلڈرن اکیڈمی، کوئٹہ آرٹ اینڈ لٹریری سرکل، کوئٹہ آرٹس کونسل، حلقہ اربابِ فن، سنگت تھیٹر، سویرا آرٹس اکیڈمی، پاکستان آرٹس اکیڈمی، فن کدہ، بولان کلچر سوسائٹی، اینڈرسن ڈرامیٹک کلب، چلتن اکیڈمی آف آرٹس، ادارۂ ثقافت، براہوئی ادبی سوسائٹی، قومی ایوان ثقافت، ادارہ ثقافت بلوچستان، بلوچستان اسٹیج الائنس، ہزار گی ڈراما ایسوسی ایشن اور دیگر پیش پیش رہے۔

اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول 1990 اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول 1990ء ادارہ ثقافت بلوچستان اور قومی ایوانِ ثقافت بلوچستان کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ اس فیسٹیول کی کچھ تفصیلات یوں ہیں: عالی سیدی، جو ڈائریکٹر قومی ایوانِ ثقافت بلوچستان اور وائس چیئرمین اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول کمیٹی تھے، انہوں نے اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول رسالے کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ:

"جس دھرتی کی پیاس بجھانے کے لیے پہلے قطرے نے خطرہ مول لیا پھر سبھی قطرے پیچھے چلے آئے اتنے سارے ذہن اور فن کے متوالوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئٹہ اسٹیج کی گود سونی تھی" (۴)

قومی ایوانِ ثقافت بلوچستان نے پہلا قدم اٹھاتے ہوئے ادارہ ثقافت بلوچستان کے ڈائریکٹر عبداللہ بلوچ اور سیکریٹری اطلاعات، کھیل و ثقافت جناب بشیر بلوچ کی باہمی مشاورت سے پروگرام فائنل کیا اور سرفراز بلوچ اور جناب خادم مرزا کو بھی شامل کیا گیا۔ ان کے علاوہ لعل

حسین (سربراہ) ،ادریس کاوش(پروگرام منیجر) اور عالی سیدی کے علاوہ (بلوچستان اسٹیج آرٹسٹ الائنز)سے عارف ضیاءاور شوکت کامران بھی شامل ہوئے بلوچستان اسٹیج ڈرامہ کی تاریخ کا یہ سب سے بڑاڈرامہ فیسٹیول تھا۔

5،اکتوبر سے22،اکتوبر تک فنکاروں نے ادارہ ثقافت بلوچستان کے ہال میں ایک یادگار میلہ سجایا،اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ بلوچستان میں اسٹیج ڈراموں کو فروغ دینے کے لیے ہاتھ تھامنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں۔بڑے عہدے داروں کے علاوہ سات دیگر تنظیموں نے بھی تعاون اور ہر طرح کی امداد دی،اس طرح ایوانِ ثقافت اپنی اس کاوش میں کامیاب رہا۔

اس سلسلے میں جو کمیٹی بنائی گئی اس میں عبداللہ بلوچ(چیئرمین) عالی سیدی (وائس چیئرمین) سرفراز بلوچ(جنرل سیکریٹری) ادریس کاوش (جنزل سیکریٹری) شوکت کامران،عارف ضیائی، خادم مرزا، اور لعل حسین شامل تھے،جبکہ ججز میں جناب آصف غوری،(ڈرامہ پروڈیوسر ریڈیو پاکستان مقبول صداکار اور معروف ٹی۔وی فنکار)جناب روف بھٹی،ریڈیو ٹی۔وی اور اسٹیج کے مقبول فنکار و صداکار،جناب خادم مرزا،ایڈمنسٹریٹر ادارہ ثقافت بلوچستان شامل تھے۔

بشیر احمد بلوچ، سیکریٹری اطلاعات، کھیل و ثقافت اس فیسٹیول کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”ڈرامہ فیسٹیول1990ءکے انعقاد سے یہ احساس ہوا ہے کہ یہاں اسٹیج ڈرامہ کے فروغ کے لیے سنجیدہ سوچ اور متحرک قیادت وجود ہے۔ اس کے لیے میں ادارہ ثقافت اور قومی ایوانِ ثقافت کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں“(۵)

ان کے خیال میں یہ ایک حوصلہ افزا بات ہے اورآنے والے سالوں میں اس میں مزید نکھار پیدا ہو گا۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ ڈرامہ فیسٹیول کمیٹی کے ارکان مبارکباد کے مستحق ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ اس طرح کے فیسٹیولز میں مقامی زبانوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔

عبداللہ بلوچ، ایگزیکٹیو ڈائریکٹر ،ادراہ ثقافت بلوچستان اور چیئرمین اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول کمیٹی 1990ءکے خیال میں یہ ایک خوشگو ارصورتِحال ہے کہ بلوچستان میں اسٹیج ڈرامہ کو فروغ مل رہاہے اور اس میں ڈرامے کے فن سے وابستہ تمام لوگ شامل ہیں۔اس موقع پر انہوں نے کہا:

> ”سب سے پہلے تو میں ان برادر تنظیموں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اس پہلے ڈرامہ فیسٹیول1990ءکو کامیاب کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں“ (۶)

انہوں نے اسٹیج آرٹسٹ الائنز کے عارف ضیائی، شوکت کامران اور ایوان کے ادریس کاوش ، ادارہ قومی ثقافت کے خادم مرزا اور سرفراز بلوچ کی خدمات کو بھی سراہا۔ لعل حسین ناصر، ایگزیکٹیو ڈائریکٹر، قومی ایوانِ ثقافت، بلوچستان نے پچھلے پندرہ سالہ دور کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

" قومی ایوانِ ثقافت نے اپنے قیام سے آج تک، ادب و ثقافت اور سماجی بہبود کے فروغ میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے " (۷)

ان کے خیال میں تعمیری، اصلاحی اور تفریحی مقاصد کے لیے کمرشل بنیادوں پر ڈراموں کا آغاز کیا گیا ہے۔ اور بلوچستان کی ثقافتی تنظیموں نے بھرپور حصہ لیا۔ انہوں نے عبداللہ بلوچ اور بشیر بلوچ کا بھی خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا کیونکہ ان کے تعاون کے بغیر یہ ڈرامہ فیسٹیول 1990ء کا انعقاد ناممکن تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بلوچستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اسٹیج ڈراموں کے فروغ کے لیے سنجیدگی سے مثبت قدم اٹھایا گیا ہے۔ اور وہ پر امید ہیں کہ بلوچستان کی ثقافتی تنظیمیں اسٹیج ڈرامے کے فروغ کے لیے مستقبل میں بھی اپنا کردار ادا کرتی رہیں گی۔

## اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول 1999ء

اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول 1999ء ادارہ ثقافت اور قومی ایوانِ ثقافت کے تعاون سے پیش کیا گیا، جو ایشیاء کا طویل ترین ڈرامہ فیسٹیول تھا، جو ایک ریکارڈ ہے، جس میں 1979ء کی طرح قوانین و ضوابط تھے۔ امن بھائی چارہ، ہم آہنگی، ایک دوسرے کا احترام اور سنجیدہ پن نظر آیا اس کا کریڈٹ عالی سیدی اور اس کی کمیٹی کو جاتا ہے۔ اس فیسٹیول میں اٹھارہ ڈرامے مقابلے میں اور پانچ فیسٹیول میں شامل تھے، کل تیئس ڈرامے شامل تھے۔ ہر تنظیم سے ایک ممبر اس کمیٹی میں تھا، اس کمیٹی کا سربراہ ڈائریکٹر ادارہ ثقافت بلوچستان جناب عبداللہ بلوچ تھے، باقی تمام امور عالی سیدی نے سنبھال رکھے تھے۔ ہر ڈرامہ دو دن پیش کیا جاتا تھا پہلا دن فائنل ریہرسل کے طور پر اور دوسرا دن مقابلے کا ہوتا تھا۔ ان جج صاحبان میں معاذ اللہ جمال دینی، پی۔ ٹی۔ وی، اکرم ڈار پی سی۔ پی۔ ٹی۔ وی اور سینئر اداکار احمد جمیل شامل تھے۔ تمام ججز نے سارے ڈرامے دیکھے، اور روزانہ کی بنیاد پر مارکنگ کرتے تھے۔ فیسٹیول کے ڈراموں کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

پہلا ڈرامہ قومی ایوانِ ثقافت کی جانب سے پیش کیا گیا۔ اس ڈرامے کا نام تھا 'پورے گھر والی" یہ ڈرامہ پہلے بھی پیش کیا جا چکا تھا صرف نام بدل کر دوبارہ اسٹیج کیا گیا، مصنف اور ہدایت کار عالی سیدی تھے۔

دوسرا ڈرامہ 'تین بازیگر' گہوارہ فن نے پیش کیا، تحریر تھی محمد جہانگیر کاکڑ کی اور ہدایت کار تھے حبیب اللہ حبیب، اس ڈرامے کو کبھی بھی نہیں بھول سکتے جسے بہت ہی پسند کیا گیا۔

تیسرا ڈرامہ 'انوکھا کھیل' انجم آرٹس اینڈ ویلفئیر سوسائٹی نے پیش کیا۔ تحریر وہدایات مرتضیٰ انجم کی تھی یہ ایک بہتر ڈرامہ تھا۔

چوتھا ڈرامہ' پیغام' ایلم آرٹس اکیڈمی بلوچستان نے پیش کیا، جس کی تحریر تھی سلام صابر کی اور ہدایت کار تھے سعید عادل، اس ڈرامے میں معاشرتی مسائل پیش کیے گئے۔

پانچواں ڈرامہ 'عشق عبادت ہے' ماروی آرٹس کونسل کوئٹہ نے پیش کیا، تحریر خادم نصیرانی کی اور ہدایت کار تھے حبیب اللہ حبیب اور موضوع تھا 'عشقِ حقیقی'۔

چھٹا ڈرامہ تھا 'مہوش کلچرل سوسائٹی کی جانب سے 'آستین کا سانپ' تحریر وہدایات تھیں ایم ایوب صابر کی، اور ڈرامے کا موضوع تھا' جائیداد ساتواں ڈرامہ تھا' مولائی بادشاہ' بولان ایوانِ ثقافت کوئٹہ، تحریر ایم ابراہیم جان، ہدایت کار آصف سحر۔ یہ بھی ایک اچھا تفریحی ڈرامہ تھا۔ اورآٹھواں ڈرامہ تھا' طلاق' تحریر امتیاز حسین، ہدایت کار کلیم اللہ اچکزئی، انسانی رشتوں کو اس ڈرامے میں پیش کیا گیا۔

نواں ڈرامہ تھا' سلطنت' ینگ چوائس آرٹس پروڈکشن، تحریر تھی شاہد جمال ناصر کی ہدایات شباب رانا کی اور موضوع تھا' نیکی بدی'۔ دسواں ڈرامہ 'گھر گھر کی کہانی' ویلکم کمرشل آرٹس اینڈ ویلفئر سوسائٹی کی پیشکش تھی تحریر وہدایت معصوم شاہ بخاری، اور موضوع تھا معاشرت، تفریح۔

گیارہواں ڈرامہ تھا' آج کا انسان' ینگ تھنکر آرٹس اینڈ رم جھم آرٹس کونسل سبی کی پیش کش تھی۔ تحریر نثار جعفر اور ہدایت کار تھے میر جان الفت، موضوع تھا انسانیت اس ڈرامے نے بھی فیسٹیول میں اپنی جگہ بنائی۔ برجستہ مکالمے، جاندار اداکاری، ہدایت کاری میں گرفت نے اس ڈرامے کو کامیاب بنایا۔

بارہواں ڈرامہ تھا' ناشکرے' پیشکش تھی مشعل اکیڈمی بلوچستان، تحریر وہدایات رحمان رضا۔ اس ڈرامے کا موضوع تھا رشوت خوری اور ایمان داری تھا۔ اچھی پرفارمنس پر مشتمل یہ ڈرامہ بھی پسند کیا گیا۔ تیرواں ڈرامہ تھا' دھرتی چہرے، پیش کش تھی چرس کارواں کوئٹہ، تحریر وہدایات شاہد جمال ناصر کی، اور موضوع تھا' انسانیت'۔

چودھواں ڈرامہ تھا' خون کے آنسو' پیش کش تھی نشیمن آرٹس اینڈ ویلفئر سوسائٹی، تحریر تھی عارف ضیاء کی اور ہدایت کار تھے عبدالستار کاسی۔

پندرہواں ڈرامہ تھا' عورت' پیش کش سحر اکیڈمی، ڈرامے کا نام عورت تحریر ایم ابراہیم جان، ہدایات آصف سحر نے دیں، عابد علی نازش نے پاگل کا کردار بڑی خوبصورتی سے سر انجام دیا، جو ڈرامے کی جان بنی، باقی فنکاروں نے بھی بہتر کام کیا، موضوع تھا "عورت اور معاشرہ"۔

سولہواں ڈرامہ تھا 'امتحان شیشے کا، پیش کش تھی فرینڈز ریلیف آرگنائزیشن کی، تحریر اورنگ زیب زیبی، ہدایات شمسہ سحر، ہدایت کاری نے اس ڈرامے کو امر کر دیا۔ کی جان تھے۔ یہ ڈرامہ بھی ناقابلِ فراموش ڈراموں میں سے ایک تھا۔

سترہواں ڈرامہ تھا 'ڈولی نہ اٹھانا، پیش کش تھی بلال آرٹس پروڈکشن کوئٹہ، تحریر و ہدایت انجم نوشاہی نے دیں۔ اس ڈرامے کا موضوع تھا' جہیز کی لعنت'۔

اٹھارواں ڈرامہ تھا "وطن کی مٹی گواہ رہنا" پیش کش تھی خوجک اکیڈمی آف اسٹیج آرٹس تحریر وہدایات خالد جان، اور ڈرامے کا موضوع تھا 'حب الوطنی'۔

انیسواں ڈرامہ تھا 'تتلی' پیش کش تھی سدا بہار ڈرامٹک سوسائٹی کوئٹہ، تحریر و ہدایات خالد اقبال مغل۔ پہلے ڈرامے جو قومی ایوانِ ثقافت کا' ادھوری عورت' کو چھوڑ کر اٹھارہ ڈراموں میں مقابلہ ہوا۔

اٹھارہ ڈراموں کے علاوہ جو ڈرامے مقابلے میں شامل نہیں تھے ان میں پہلا ڈرامہ تھا 'دولہا میں بنوں گا' تحریر تھی جہانگیر مینگل کی، مہمان ہدایت کار تھے اے۔ ڈی بلوچ۔ دوسرا ڈرامہ تھا 'پیار کا بندھن' گُل ڈرامٹک سوسائٹی، تحریر تھی صالح محمد صالح کی اور ہدایت کار تھے گل احمد گل، تحریر وہدایات تھیں عابد علی نازش کی، موضوع تھا معاشرتی مسائل۔ تیسرا ڈرامہ تھا چٹان آرٹس پروڈکشن کوئٹہ کی طرف سے جو ڈرامہ کم فلم زیادہ تھی، فلمی کہانی کو ڈرامے کی صورت میں پیش کیا گیا۔

جشنِ فیسٹیول 1999ء میں آخری ڈرامہ جو عالی سیدی کی فرمائش پر سنگت تھیٹر بلوچستان نے پیش کیا، جس کی تحریر و ہدایات اے۔ ڈی بلوچ، فنکاروں میں ایم اشرف سلہری، اور شمسہ سحر شامل تھے۔ پہلی دفعہ تیکنیک مائم کو پیش کیا گیا، یہ ایک علامتی کھیل تھا جس میں نہ کوئی سیٹ تھا اور نہ ہی کوئی پراپس لیکن اشرف سلہری نے مائم میں ساری چیزیں پیش کیں جو ڈرامے کی ضرورت تھی، ایک پروفیسر کی کہانی تھی جسے یہ یقین ہے کہ اس کی بیوی زندہ ہے حتیٰ کہ اس کی بیوی مر چکی ہے، جدید تیکنیک اور اسٹیج کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے اپنے تجربے اور تیکنیک کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا، ڈرامے کا نام تھا 'وفا کے چراغ' معاون تھے اورنگ زیب زیبی اور ذوالفقار زلفی۔ اپنی نوعیت کا یہ پہلا ڈرامہ تھا، سنگت تھیٹر کے سابقہ تجربوں میں سے ایک نیا تجربہ تھا جو کامیاب رہا۔ جناب اے ڈی بلوچ لکھتے ہیں:

> "اس فیسٹیول کو کامیاب بنانے میں تمام فنکاروں کے علاوہ، ایڈورٹائزنگ کمیٹی، زاہدہ انور اور اے کیو قادری تھے انتظامیہ میں عبدالصمد اچکزئی رفیق ننکانی، نوید اختر، مقصود کاسی، اورنگزیب زیبی، عبدالجبار اور جہانگیر کاکڑ شامل تھے۔ اس پورے فیسٹیول میں کمپیرنگ کے فرائض صداقت بٹ اور عمران نیازی نے انجام دیے۔ بحثیت کمپیئر صداقت بٹ نے بڑا نام کمایا۔"(۸)

اسطرح یہ فیسٹیول بڑی خوش اسلوبی سے اپنے اختتام تک پہنچا۔ عالی سیدی اور عبد اللہ بلوچ کی اس کاوش کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسٹیج کی دنیا میں یہ ایک بڑا کارنامہ تھا، جو کبھی نہیں بھولے گا۔ اس فیسٹیول کا ریکارڈ آج تک کوئی توڑ نہ سکا، اس کاوش کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

سنگت تھیٹر نے 2000ء نے ایک منفرد اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول کر دیا جو انسداد منشیات کے حوالے سے تھا، تمام تر ڈرامے انسداد منشیات پر مشتمل تھے۔ دنیا میں پہلی فنکاروں کی واک انسداد منشیات اور جگہ جگہ پر چھوٹے اسٹریٹ تھیٹر کر کے منشیات کے خلاف آواز اٹھائی، جس میں اسٹیج ریڈیو اور ٹیلی وژن کے تمام فنکار شامل تھے جس کی رپورٹ بی۔ بی۔ سی لندن سے نشر ہوتی، ٹیلی وژن اور ریڈیو نے خصوصی رپورٹ دی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی اس فیسٹیول کے چرچے ہوئے۔ اینٹی نارکوٹکس پاکستان کے فورس کمانڈر بریگیڈیئر عبد الرزاق بلوچ نے خود شریک ہو کر اس فیسٹیول کی ابتداء کی، اس کے علاوہ مائیلو شہید ٹرسٹ کے منشیات کے عادی افراد نے یہ سارے ڈرامے دیکھے، اور ہر ایک کہہ رہا تھا یہ میرا ڈرامہ ہے۔

اسٹیج ڈراما فیسٹیول 2000ء کا پہلا ڈرامہ سنگت تھیٹر بلوچستان نے پیش کیا، ڈرامے کا نام تھا ' رگوں میں زہر، تحریر و ہدایات اے۔ ڈی بلوچ کی تھیں زندگی کے چراغوں کو روشن کرنا اس ڈرامے کا مقصد تھا۔

دوسرا ڈرامہ گہوارہ فن کی جانب سے 'بادشاہ بیگم اور غلام پیش کیا گیا، محمد جہانگیر کاکڑ کی تحریر تھی اور ہدایات دی تھیں حبیب اللہ حبیب نے، جاندار کہانی، خوبصورت مکالمے، ہدایت کاری میں گرفت، اداکاری بے مثال، "ساونڈ ایفیکٹ" (صوتی تاثرات) نے اس ڈرامے میں مزید نکھار پیدا کیا۔

تیسرا ڈرامہ انجم آرٹس اینڈ ویلفئر آرگنائزیشن کی طرف سے پیش کیا گیا ڈرامہ تھا 'اے آسماں تو بھی دیکھ' تحریر و ہدایات مرتضیٰ انجم کی تھیں، سماجی برائیوں پر تنقید اس ڈرامے کا اہم مقصد تھا جسے بہت ہی پسند کیا گیا۔

چوتھا ڈرامہ "بابا بوسکی 2000 ڈبل گھوڑا" تحریر اورنگ زیب زیبی اور ہدایات اے۔ ڈی بلوچ کی تھیں۔ اورنگ زیب زیبی کی خوبصورت تحریر، جاندار مکالمے، مزاح کا خوبصورت انداز اورنگ زیب زیبی جانتے ہیں۔ یہ ڈرامہ اپنی مثال آپ تھا۔

پانچواں ڈرامہ احساس آدم ٹرسٹ کوئٹہ نے پیش کیا۔ ڈرامہ تھا "نانئے آغا" یہ ایک پشتو ڈرامہ تھا، تحریر ایم ابراہیم جان، ہدایات جے۔ ایم شاہ نے دیں۔ اچھی کہانی، کلچرل ڈرامہ تھا اور اس کے مکالمے اصلاحی تھے ہدایت کاری میں گرفت اداکاروں کے چناؤ نے اس ڈرامے کو بہترین پروڈکشن کے طور پر پیش کیا۔ "نانئے آغا" کو اچھے ڈراموں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ چھٹا ڈرامہ "قوم کی گڑیا" نازش آرٹس پروڈکشن کی طرف سے پیش کیا گیا، تحریر تھی فریدہ خان کی اور ہدایت کار تھے گل احمد گل، طوائف کا کوٹھہ اس کا موضوع تھا۔

فیسٹیول کا آخری ڈرامہ "دیکھ تماشہ" سنگت تھیٹر بلوچستان کی جانب سے پیش کیا گیا۔ تحریر و ہدایات اے۔ڈی بلوچ کی تھیں، یہ اپنی نوعیت کا بالکل منفرد ڈرامہ تھا۔ اس طرح یہ ڈرامہ انسداد منشیات فیسٹیول 2000ء اپنے اختتام کو پہنچا۔ جناب اے ڈی بلوچ ان تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس فیسٹیول کے چیف پیٹرن عبد اللہ بلوچ، ایگزیکٹیو ڈائریکٹر ادارہ ثقافت بلوچستان، اور چیئرمین اے۔ڈی بلوچ تھے اس فیسٹیول میں ادارہ ثقافت کے آڈیٹوریم کو اپنی مدد آپ کے تحت رنگ کیا گیا محمد جہانگیر کاکڑ نے تمام سیٹوں کی مرمت کی۔۔۔۔۔۔ایک بروشر بھی سنگت تھیٹر کی جانب سے شائع کیا گیا جس میں مختلف افراد اور شوبز سے تعلق رکھنے والوں کے پیغامات اور حصہ لینے والی تنظیموں کی گزشتہ کارکردگی کی رپورٹ بھی شامل تھی۔ منشیات کے عادی افراد کے ٹرسٹ مائیلو شہید کا پیغام بھی اس میں شامل تھا، محترمہ زاہدہ انور کی کوشش بھی اس فیسٹیول میں شامل تھی۔ سارے ڈرامٹک گروپس کو سنگت تھیٹر اور دو اسکول کی جانب سے شیلڈز پیش کی گئیں اس طرح یہ فیسٹیول ایک یادگار فیسٹیول ثابت ہوا۔ جو آج بھی ڈرامے کی تاریخ کا حصہ ہے"۔(۹)

## افغانستان کی وجہ سے خطے میں ابھرنے والے مسائل کا اسٹیج ڈراموں پر اثرات:

ستمبر 1996ء میں کابل پر طالبان کا کنٹرول مستحکم کروانے میں امریکہ کے سابق نائب وزیر خارجہ اور تیل کی بڑی اجارہ داریوں میں سے ایک 'یونوکول' کے مشیر رابرٹ اوکلے نے فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے اپنا اقتدار مستحکم کرنے کے بعد طالبان نے امریکہ سے بھی 'ہاتھ' کر دیا جس کے بعد دوطرفہ تعلقات میں تلخیوں کا آغاز ہوا۔ وسطی ایشیا سے براستہ افغانستان گزرنے والی گیس پائپ لائن کے معاہدے کے لئے طالبان نے یونوکول کے ہیڈ کوارٹر (جو کہ امریکی ریاست ٹیکساس کے شہر ڈالاس میں واقع تھا) کے ساتھ ساتھ بیونس آئرس میں واقع ارجنٹائن کی ملٹی نیشنل کمپنی بریڈاس کے دفتر میں بھی اپنا وفد بھیج دیا۔ لال خان نے ویب پر "افغانستان: ظلم رہے اور امن بھی ہو" کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

"افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ہیروئن بنانے کی کنیک اور لیبارٹریاں سی آئی اے نے ہی فراہم کی تھیں۔ آج مختلف عرب حکومتوں سے ملنے والی مالی امداد کے ساتھ ساتھ طالبان منشیات کی سمگلنگ کے مختلف روٹوں پر تحفظ فراہم کر کے سالانہ 200 ملین ڈالر کماتے ہیں پوست کی کاشت، افغانستان میں 500 سے زائد لیبارٹریوں میں ہیروئن کی تیاری اور اس کی سمگلنگ کے نیٹ ورک کا زیادہ تر حصہ طالبان کے مختلف گروہوں کے کنٹرول میں ہے"(۱۰)

افغانستان اور بلوچستان میں رہنے والے لوگ ایک ہی رنگ و نسل اور پشتو بولنے والے لوگ ہیں۔ افغان مہاجرین کا بلوچستان میں رہائش پذیر ہونا، معاشی بد حالی کا سبب بھی بنا کیونکہ بلوچستان پہلے ہی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہا ہے اور اس پر مہاجرین کے نئے بوجھ نے معیشت کو بری طرح تباہ کر دیا۔ سیکیورٹی کے مسائل دن بدن بڑھنے لگے۔ تھیٹر بند ہونے شروع ہو گئے قانون نافذ کرنے والے ادارے بے بس نظر آنے لگے۔ تعلیمی اداروں میں اساتذہ کو گولیوں کا نشانہ بنایا جانے لگا ادیب جو لکھنا چاہ رہا تھا وہ لکھا ضرور مگر اس کو اسٹیج پر دکھایا نہ جا سکا۔ بلوچستان کی معاشرتی زندگی میں افغان لڑکیوں کی وجہ سے بے شمار جنسی مسائل بھی پیدا ہوئے۔ چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت بھی زیادہ ہوئی جس کی وجہ سے بڑے بڑے نیچے تلے انداز میں تھیٹر ہوا۔ حکومتی مشینری اسٹیج ڈرامے کو سیکیورٹی مہیا کرنے میں پوری طرح سے ناکام ہو چکی ہے اور ادارہ ثقافت جیسے ادارے بھی لمبی تان کر سو رہے ہیں۔

## بلوچستان میں سیاسی بگاڑ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کا ڈرامہ کے مصنف پر اثرات:

چونکہ سیکیورٹی کے حالات بلوچستان میں دن بدن ابتری کی طرف ہیں، افغان اور ازبک لوگوں کو صوبے سے نکالا جا رہا ہے، ایف سی اور پولیس کی جامہ تلاشی بھی عروج پر ہے اس لیے ادبی پروگرام بھی بہت کم ہو گئے ہیں اور مشاعرے اور سیمینار بھی محفوظ عمارتوں کے اندر ہی منعقد کیے جاتے ہیں۔ صوبائی حکومت کی طرف سے کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا جاتا۔ ادیب معاشرے کا ایک بہت اہم اور حساس رکن ہوتا ہے اور وہ معاشرتی اچھائیوں اور برائیوں کی اپنی تحریروں میں اجاگر کرتا ہے۔ افغانستان میں امریکی جارحیت کی وجہ سے پورے خطے میں پریشانی ہے ہندوستان کی ایجنسیاں بھی بلوچستان میں سرگرمِ عمل ہیں۔ معاشرے کے لیے تفریح کے مواقع ناپید ہو گئے ہیں، ایسے ماحول میں ادیب لکھتا تو ہے مگر ذہنی ناآسودگی میں۔ لوگ پڑھتے کم ہیں ڈراما زیادہ شوق سے دیکھتے ہیں۔ غربت اور مہنگائی کی وجہ سے لکھاری اور اداکار بہت برے حالات میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ حکومتِ بلوچستان کی طرف سے بھی ادیب اور اداکار کے لیے کوئی مالی امداد کبھی نہیں دی گئی۔ سفارش اور رشوت کا بازار گرم ہے تعلقات کی بنیاد پر اداکاروں اور ادیبوں کو انعامات دیے جاتے ہیں، حق دار کو حق نہیں دیا جاتا ایسے حالات میں مصنف کیا لکھے گا اور اداکار کیا پیش کرے گا۔

## نتائج پر بحث

اسٹیج ڈرامے اردو میں نامقبول رہے جس کی بڑی وجوہات درج ذیل ہیں:

1 ۔ ہمارا معاشرہ (خاص طور پر بلوچستان) نقالی کو معیوب سمجھتا ہے، جبکہ اسٹیج ڈراما صرف نقالی نہیں بلکہ اس سے ہٹ کر اور بہت کچھ ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

2۔ بلوچستان میں صدیوں سے خواتین کو اسٹیج پر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ میرا یہ مشاہدہ ہے کہ ایک پختہ ڈراما آرٹسٹ خواتین کا رول نہایت کامیابی کے ساتھ پلے کر سکتا ہے اور یہی اس کے آرٹ کی کامیابی بھی ہے۔ اسطرح بغیر کسی تنازعے میں پڑے ہوئے اسٹیج کے اس مسئلے کو مستقل بنیادوں پر حل کیا جا سکتا ہے۔

3 ۔ ڈراما اسٹیج کرنے کے لیے اسکرپٹ بھی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ جس کے باعث ڈراموں کے اس انتخاب کے مرتب کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی ہے ۔ سائنس کی ایجاد نے ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ڈراموں کو رواج دیا۔ اسٹیج ڈرامے ایسے ڈراموں کا انتخاب ہے جو معیاری ہیں۔ زندگی کے مسائل سے بحث کرتے ہیں نصاب میں شامل کیے جاسکتے ہیں اور سہولت سے اسٹیج ہو جاتے ہیں۔ انتخاب میں ڈراما "افسر اعلیٰ" اردو ڈرامہ نہیں ہے یہ نکولائی گوگول کا شہرہ آفاق روسی ڈرامہ "انسپیکٹر جنرل" ہے جس کا ہندی ترجمہ ایس۔ سی مکھی جا اور اردو ترجمہ "افسر اعلیٰ" رشید سمیع جلیل نے کیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اس ڈرامے کی شہرت اور مقبولیت کے پیشِ نظر اسے انتخاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن کا ڈراما "ریہرسل" بھی ڈراما "انسپیکٹر جنرل" ہی کی ریہرسل کے مسائل پر لکھا گیا ہے جو اسٹیج ڈرامے میں شامل ہے۔

4۔ ڈرامہ کا یہ رجحان پہلی جنگِ عظیم تک غالب رہا یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ اب تک سطحی مذاق و عوامی تفریح ڈراما نگاروں کے لیے اہم چیز تھی جس کے بہاؤ میں وہ اپنے کارنامے پیش کرتے رہے۔ 1918ء کے بعد ہندوستان کی سیاسی تحریک نے پورے سماج کا نقشہ بدلنا شروع کیا، زندگی نئی کروٹیں لے کر قوم و ملک کو توانائی بخشنے لگی۔ حب الوطنی، ایثار ملک کی آزادی کے لیے مسلسل جدوجہد اور اسی قسم کے دوسرے جذبات سارے ہندوستان پر چھاگئے۔ ذہنی فضاء میں ہمیشہ سے زیادہ اجتماعی و سماجی شعور کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اہلِ قلم کو بھی جنبش ہوئی کہ ادبی دنیا میں اس ہمہ گیر تحریک آزادی کے مرقعے مختلف اصنا فِ سخن میں پیش کیے جائیں۔ افسانے، نظمیں غزلیں اور مضامین وغیرہ میں اس وقت کی عملی کاوشیں تیزی سے جگہ پانے لگیں، چنانچہ صنف ڈراما کو بھی لوگوں نے عصری تقاضوں سے سنوارنے کی کوشش کی۔ اچھے ادیب، اچھے افسانہ نگار طرف متوجہ ہوئے ان لوگوں کی توجہ سے ڈرامے کی بھی سطح کچھ بلند ہوئی لیکن پھر بھی بقول پروفیسر احتشام حسین "کوئی حالی، کوئی آزاد، کوئی نذیر احمد، کوئی شبلی، کوئی سرشار، کوئی اقبال، کوئی جوش ڈراما کی دنیا میں نہ پیدا ہو سکا۔

5۔ اس کمی کی وجہ پر ہم غور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ نہ دیکھنے والوں کی کمی تھی نہ مواد کی اچھے اچھے ادیب مثلاً پریم چند، عبدالماجد، چکبست، پنڈت کیفی وغیرہ نے ناٹک لکھنے پر توجہ کی لیکن ڈرامے کی سطح اتنی نہ بلند ہو سکی جتنی مختصر افسانوں اور نظموں کی ہوئی۔ مغربی تمدن میں ڈرامے کی روح کو بھی اہلِ قلم پا چکے تھے۔ اجتماعی و قومی زندگی اور سیاسی تگ و دو میں ایسے واقعات کافی سے زیادہ سامنے آ

گئے تھے جو اچھے ڈرامے کو وجود میں لانے کے لیے کافی تھے مگر ان باتوں کے باوجود اردو میں کوئی ڈراما ایسا نہ لکھا جاسکا جو عالمی شہرت کا مالک ہوتا۔

6۔ امتیاز علی تاج نے البتہ انار کلی لکھ کر ڈرامے کی کاوشوں کی لاج رکھ لی لیکن اس ڈرامے کو بھی شیکسپیر کے ڈراموں کے مقابلہ میں پیش کرنے کی کوئی جرات نہیں کر سکتا۔

7۔ ڈرامے کو یونانی اور سنسکرت روایات میں قدیم زمانہ سے بڑی اہمیت حاصل رہی۔ ان روایات میں وہ مذہب کا بھی حصہ تھا اور شعری وادبی سرمایہ کا بھی۔ لیکن دونوں ہی زبانوں میں یہ اپنے عروج تک پہنچ کر زوال کا شکار ہو گیا۔ ہندوستان کی دوسری زبانوں میں بھی یہ روایات آگے نہ بڑھ سکی۔ اردو شعر و ادب کا آغاز ہوا تو مختلف شعری و نثری اصناف پر توجہ دی گئی۔ لیکن ڈرامے کی طرف کوئی التفات نہ ہوا۔ اس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں لیکن شاید ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ڈراما لکھنے پڑھنے سے زیادہ ۔۔۔ کھیلنے " کا متقاضی ہوتا تھا جس میں مختلف کرداروں کا بہروپ بھرنا ہوتا تھا اور یہ کام بھانڈوں اور نقالوں سے وابستہ قرار دیا جاتا تھا اور متانت اور سنجیدگی کے خلاف۔

8۔ شاید اسی لیے اربابِ قلم نے اس کو قابلِ اعتنانہ خیال کیا۔ تا آنکہ علم وادب کے رسیا، کھیل تماشوں کے شوقین، رقص و موسیقی کے دلدادہ اور جدت پسند طبع کے مالک نواب واجد علی شاہ کا اس طرف میلان ہوا۔ انھوں نے "رادھا کنھیا کا قصہ "کو 1843ء میں رہس کی شکل میں اسٹیج پر پیش کیا۔ خود اس میں کردار ادا کیا۔ اور بھی کئی رہس اس شاہی اسٹیج پر دکھائے گئے۔ اس طرح شاہی سرپرستی میں ڈراما کھیلا گیا۔ تو لوگوں کی جھجھک دور ہوئی اور جلد ہی اہل اردو ڈراما نگاری کی طرف مائل ہو گئے۔ دس سال کے اندر اندر ہی امانت کی "اندر سبھا" نے اسٹیج کی دنیامیں دھوم مچادی۔ اسی دوران تھیئٹر کا رواج شروع ہو گیا تھا۔ مغربی اثرات کے تحت بہت سی تھئیٹریکل کمپنیاں وجود میں آ گئیں۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد ابھر کر سامنے آئی۔

اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب ادارے کام کرتے تھے تو بلوچستان میں اسٹیج ڈرامہ زندہ تھا اب ادارے کام نہیں کرتے اس لیے بلوچستان میں اسٹیج ڈرامہ ختم ہو رہا ہے۔ اداروں کی مینجمنٹ کو بہتر کیا جائے اور فنکاروں کو بہتر معاوضہ بھی دیا جائے تا کہ بلوچستان میں اسٹیج ڈرامے کو پھر سے زندہ کیا جاسکے۔

## حوالہ جات:


۱۔ فضل الرحمن، قاضی، "بلوچستان میں اسٹیج ڈرامے کی روایت "نیشنل بُک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص ۲۰
( اشفاق احمد، لندن، ماہنامہ سنگت، "کچھ یادیں کچھ باتیں "نومبر ۲۰۰۷ء کوئٹہ، بلوچستان)

۲۔ خُرم سہیل، ڈان نیوز، "بلوچستان اور اسٹیج ڈراما کا ساتھ "تبصرہ، ۱۱ جون ۲۰۱۵ء
http://www.dawnnews.tv/news/1022405

۳۔ خُرم سہیل، ڈان نیوز، "بلوچستان اور اسٹیج ڈراما کا ساتھ" تبصرہ، ۱۱جون ۲۰۱۵ء
:http://www.dawnnews.tv/news/1022405

۴۔ رسالہ، اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول، ادارہ قومی ثقافت، بلوچستان، کوئٹہ ۱۹۹۰، ص ۴

۵۔ رسالہ، اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول، ادارہ قومی ثقافت، بلوچستان، کوئٹہ, ۱۹۹۰ء، ص ۷

۶۔ رسالہ، اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول، ادارہ قومی ثقافت، بلوچستان، کوئٹہ ۱۹۹۰ء ، ص ۸

۷۔ رسالہ، اسٹیج ڈرامہ فیسٹیول، ادارہ قومی ثقافت، بلوچستان، کوئٹہ ۱۹۹۰ء ، ص ۹

۸۔ اے ڈی بلوچ، "بلوچستان میں اسٹیج ڈرامہ"، قلمی مسودہ، اشاعت کے مراحل میں ہے

۹۔ اے ڈی بلوچ، "بلوچستان میں اسٹیج ڈرامہ" قلمی مسودہ، اشاعت کے مراحل میں ہے

۱۰۔ لال خان، "افغانستان: ظلم رہے اور امن بھی ہو" ۲۶ جون ۲۰۱۳ء
https://www.marxist.com/june-2013-obama-taliban-ur.htm

☆☆☆☆☆